Dareecha-e-Tahqeeq
دریچۂ تحقیق

ISSN PRINT 2958-0005 ISSN Online 2790-9972
VOL 3, Issue 4
www.dareechaetahqeeq.com dareecha.tahqeeq@gmail.com

ڈاکٹر محمود الحسن
اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ اردو نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگو یجز، اسلام آباد

مشرق و مغرب کی آویزش اور فکرِ اقبال

Dr. Mahmood ul Hassan
Assistant Professor Urdu Department National University of Modern Languages, Islamabad.

Clash Of East And West In Iqbals Thoughts

The Clash of East and West is one of the important issues in Iqbal's thoughts. The popular perception is that Iqbal criticizes various features of western civilization in comparison with that of eastern civilization. But throughout the study of Iqbals works reveals that Iqbal has a very balanced and rational approach toward this issue. He has his reservations and observations. On the concepts of western civilization about Nationalism, Political exploitation educational system, family system, and dominance of technology on human behaviors. On the other hand, he praises the advancement of knowledge in the west and other positive features. This article attempts to analyze Iqbal's views on this contest.

Keywords: East and West, popular, civilization, reservations

کلیدی الفاظ: مشرق، مغرب، معاشرتی، نشاندہی، یورپ، منبع، تہذیب، ملٹن، گوئٹے، قومیت

مشرق و مغرب کی آویزش فکر اقبال کے بنیادی مباحث میں سے ایک ہے۔ عام خیال یہ ہے کہ اقبال نے مشرقی تہذیب کے مقابلے میں مغربی تہذیب کے مظاہر کو تنقید کا نشانہ بنایا ہے لیکن کلام اقبال کے بالاستعیاب مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس مسئلے پر اقبال کا موقف بہت متوازن اور معقول ہے ۔ مغربی تہذیب کے تصورات میں وہ قومیت، سیاسی استحصال، نظام تعلیم، خاندانی نظام اور انسانی طبائع پر اور ٹیکنالوجی کے غلبے پر اپنے تحفظات کا ذکر کرتے ہیں۔ دوسری طرف وہ علم، جستجو اور تحقیق کے میدان میں اہل مغرب کی کاوشوں اور کامرانیوں کو سراہتے بھی ہیں۔

مشرق اور مغرب کے الفاظ کا استعمال اقبال کے ہاں اکثر صورتوں میں استعارے اور گاہے گاہے علامت کے طور پر ہوئے ہیں۔ مشرق و مغرب صرف جغرافیائی طرفین نہیں بلکہ وہ معنی خیز علامتیں ہیں جن کی مدد سے مشرقی و مغربی تہذیب کے تضادات سیاسی و سماجی زندگی کا فرق اور معاشی و معاشرتی اختلافات کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے مشرق اور مغرب نہ صرف ایک دوسرے کا ادراک مختلف انداز سے کرتے رہے بلکہ کائنات اور انسان کے بارے میں ان کا ادراکی رویہ بھی صدیوں سے مختلف رہا ہے۔ اگر ہم تاریخ پر نظر دوڑائیں تو معلوم ہو گا۔

مغرب اور مشرق میں منظم فکر کا آغاز کم و بیش ایک ہی زمانے میں ہوا لیکن اس فرق کے ساتھ کہ مغرب میں فکری حرکت مذہبی یا الہامی دائرے سے پہلے آزادی حاصل کرنے میں کامیاب رہی یعنی یہ کہ مغربی فکر نے عقل اور عقلیت کو ایک خود مختار حیثیت عطا کرنے میں پہل کی۔ اس

 Corresponding Author›s Email: mhhassan@numl.edu.pk

کے بر خلاف مشرق میں فکر الہام اور وجدانی عرفان کے سائے میں پروان چڑھتی رہی۔(1)

یہی وجہ ہے کہ مشرقی و مغربی فکری زاویے نہ صرف ایک دوسرے سے مختلف ہیں بلکہ متضاد ہیں۔انسانی کردار سازی کے حوالے سے دیکھیں تو مغرب نے اداروں کی تنظیم سازی اور انھیں از سر نو منظم کرنے پر زور دیا ہے تاکہ انسانی کردار میں بہتری لائی جا سکے جبکہ دوسری طرف مشرق میں انسانی تبدیلی کے لیے

روحانی اور باطنی تبدیلی پر زور دیا جاتا ہے مغربی فلسفہ اطراف میں پھیلی ہوئی کائنات کو نقطہ ارتکاز بناتا ہے جبکہ مشرقی فلسفہ پہلے باطن کو بدلنے کی بات کرتا ہے اور پھر خارج کی طرف پلٹتا ہے۔ مشرق، سورج نکلنے کی سمت ہے یوں روشنی کی علامت بن جاتا ہے غرب، سورج غروب ہونے کی سمت ہے اس طرح ظلمت کی علامت اختیار کر لیتا ہے گویا مشرق علامت ہے نور کی ور غرب علامت ہے مادیت کی۔ اہل نظر کا سفر اندھیرے سے روشنی کی طرف ہوتا ہے یعنی وہ غرب سے مشرق کی طرف چلتا ہے تاکہ اندھیروں کو نور سے روشناس کروائے۔

یہ قضیہ کہ شرق عالم روحانی اور نورانی ہے اور غرب عالم مادی ہے اس لیے مادے سے وابستہ ہے محض مشرق کا ایک واہمہ نہیں ہے بلکہ سری، باطنی روایت کا ایک حصہ ہے جہاں آج یہ تصور عصری حقیقتوں سے چشم پوشی کا محرک بنتا ہے وہیں مشرقی پندار کی بنیاد بھی اس تصور میں موجود ہے یہ بات غیر اہم نہیں ہے کہ مشرق کی نشاۃ ثانیہ میں مشرق کا یہی سویا ہوا پندار بیدار ہوا اور تقریباً تمام جدید مفکرین نے مشرق کے اعلیٰ روحانی مشن کے تصور کا علم بلند کیا(2)

علامہ اقبال کو جن مغربی اساتذہ کرام سے اکتساب کا موقع ملا ان میں پروفیسر آرنلڈ، میک ٹیگرٹ، رائیٹ ہیڈ، نکلسن، سارلے، الیگزینڈر اور ای جی براون وغیرہ اہم ہیں۔ٹیگرٹ کی راہنمائی میں آپ نے اپناپی ایچ۔ڈی کا مقالہ "ایران میں فلسفہ الٰہیات کا ارتقاء" لکھا تھا۔ٹیگرٹ کانٹ اور ہیگل کے فلسفے کے ماہر تھے۔اقبال نے ان سے فلسفیانہ خیالات کے اظہار کا سائینٹیفیک انداز سیکھا تھا۔"اسرار خودی" کے بارے میں میک ٹیگرٹ نے کہا تھا کہ یہ مثنوی غور و فکر کی نعمت عطا کرتی ہے۔ پروفیسر سارلے نے کہا تھا کہ اقبال میں پوشیدہ جوہر ہیں جو ضرور چمکیں گے۔ پروفیسر نکلسن نے کہا کہ اقبال بڑے مرتبے پر فائز ہوں گے۔ انھوں نے "اسرار خودی" کا انگریزی میں ترجمہ کیا جس کی وجہ سے اقبال مغرب میں مشہور ہوئے۔ اقبال نے جب شاعری چھوڑنے کا ارادہ کیا تو پروفیسر آرنلڈ نے شاعری نہ چھوڑنے پر آمادہ کیا۔ جرمنی میں اقبال نے "ایماوگیے ناست" اور "سینے شل" سے بھی استفادہ کیا۔ علاوہ ازیں اقبال نے مغربی مفکرین اور حکماء کا بھی مطالعہ کیا۔ جس کا ذکر انھوں نے پیام مشرق میں کیا ہے۔

اقبال کے فکری ارتقاء میں مغرب کے ساتھ ساتھ مشرقی شخصیات کا حصہ بھی شامل ہے۔ جن کا تذکرہ اقبال نے جگہ جگہ اپنی شاعری میں کیا ہے اور وہ علماء، صوفیاء، مسلم سلاطین اور مجاہدین وغیرہ ہیں۔ اقبال مولانا جلال الدین رومی کو اپنا مرشد سمجھتے تھے ان کے علاوہ دیگر کا ذکر بھی ان کی شاعری میں ملتا ہے۔ گویا آپ نہ صرف مغرب و مشرق کی اصطلاحات سے واقف ہیں بلکہ ان پر گہری نظر بھی رکھتے ہیں۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ اقبال جنہیں خود اپنے "شاعر مشرق" ہونے کا احساس تھا نے مشرق و مغرب کی ان عصری علامتوں کو کس طرح استعمال کیا؟ اور ان کے ہاں مشرق و مغرب کی آویزش کی کیفیت کیا ہے؟ اقبال مغرب کو مکمل طور پر رد نہیں کرتے لیکن اس کے امراض کی نشاندہی کرتے ہیں اور اسے انسانیت کے فرائض یاد دلاتے ہیں اسی طرح مشرق کی عظمت کو بلند کرتے ہیں لیکن ساتھ ہی ساتھ ان کی خامیوں پر کڑھتے بھی ہیں۔ لہذا جہاں انہیں اپنے مشرقی ہونے پر فخر ہے وہیں اس بات کا خیال بھی ہے۔

خرد افروز مرا، درس حکیمان فرنگ

سینہ افروخت مرا، صحبت صاحب نظراں

اس شعر میں یہ بات واضح ہے کہ یورپ کے اساتذہ اور علماء نے اس کے خرد کو جلا بخشی لیکن جہاں تک سینے کا معاملہ ہے تو وہ مردان کامل کا مرہون منت ہے۔ دوسرے مصرے میں اقبال کا اشارہ یورپ کے اساتذہ کی طرف نہیں بلکہ صاحب نظران کی طرف ہے جو مشرق کے نمائندہ ہیں اور اقبال کے لیے منبع فیوض وبرکات ہیں اس شعر میں اقبال مشرق ومغرب دونوں کے خوشہ چین دکھائی دیتے ہیں مشرق ومغرب کے مفکرین اور شعراء میں اقبال کو یہ عزاز حاصل ہے کہ انہوں نے انسانی فکر کے مسائل اور مشترکہ موضوعات کو ایسی فہم وفراست سے بیان کیا ہے کہ ان موضوعات کو ہمہ گیر یت حاصل ہو گئی ہے ایسی فکر کی کوئی جغرافیائی حد بندی نہیں ہوتی بلکہ یہ تمام انسانیت کے مسائل کو اپنا عنوان بنا لیتی ہے۔ اقبال کے افکار میں ہمیں آہنگ رومی، شکوہ ملٹن، نشاط حافظ، گہرائی دانتے کشادگی غالب اور سوز گوئٹے کی جھلک دکھائی دیتی ہے۔ اقبال اپنی بات بھرپور استدلال سے کرتے ہیں اور اگر کہیں استدلال میں کمی ہو تو اپنے یقین اور خلوص سے اپنے مخاطبین کو عمل پر ابھارتے ہیں۔

آج جبکہ مشرق ومغرب کی آویزش عالمی منظرنامے کی تشکیل میں اپنا حصہ ڈال رہی ہے ضروری ہے کہ اس مسئلے کو فکر اقبال کی روشنی میں سمجھنے کی کوشش کی جائے اقبال نے اپنی فکر سے عالم اسلام کو متاثر کیا ہے پاکستان کا قیام فکر اقبال ہی کا ثمر ہے عہد حاضر میں مسلم امہ کے سیاسی، سماجی اور عالمی اور حالات کا مشاہدہ جس طرح اقبال نے کیا ہے وہ قابل قدر ہے۔

حادثہ وہ جو ابھی پردہ افلاک میں ہے ے
عکس اسکا میرے آئینہ ادراک میں ہے

اقبال کا فکری دائرہ کار صرف مسلم تہذیب تک محدود نہیں بلکہ ان کے ہاں تمام تہذیبوں کے بارے میں جامع تصورات موجود ہیں یہی وجہ ہے کہ ان کے ہاں مشرق ومغرب کی آویزش اور تہذیبی کشمکش کے واضح ثبوت ملتے ہیں۔

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغ مصطفوی سے شرار بولہبی!

یہی وہ تہذیبی کشمکش ہے جو پوری انسانیت کی تاریخ کو اپنی لپیٹ میں لیے ہوئے ہے اقبال نے اس مشرق ومغرب کی تہذیبی آویزش کے مختلف پہلوؤں کو اپنی فکر کا موضوع بنایا اور اس کے نتیجے میں پیدا ہونے والے مسائل کو بھی بے نقاب کیا۔ مغربی تہذیب سیاست اور مذہب کی دوئی پر مشتمل ہے مغرب میں سیاسی معاملات میں مذہبی اصولوں کو پیش نظر نہیں رکھا جاتا۔ اس کا نتیجہ ہے کہ وہاں لادینی سیاست کار فرما ہے ایک وقت تھا جب مذہبی طبقے کو سیاسی طبقے پر برتری حاصل تھی۔ پاپائے روم اور اہل کلیسا طاقتور تھے پھر گلیلیو، میکاولی اور مارٹن لوتھر وغیرہ نے مذہبی طبقہ کے ناقابل عمل اعتقادات اور نامعقول مذہبی تعبیرات کو چیلنج کیا۔ جس سے مذہبی گرفت کمزور ہو گئی اور اس کے نتیجے میں سیاست کو مذہب سے الگ ہونا پڑا جس سے معاشرہ نئی خرابیوں سے دوچار ہوا۔ علامہ نے مغربی تہذیب کے اس پہلو کو تنقید کا نشانہ بنایا کیونکہ مشرقی یا اسلامی تہذیب کی رو سے سیاست اور مذہب یک جان دو قالب ہیں اور ان کو علیحدہ نہیں کیا جاسکتا۔

جلال پادشاہی ہو کہ جمہوری تماشا ہو
جدا ہو دیں سے سیاست تو رہ جاتی ہے چنگیزی

مزید لکھتے ہیں

سیاست اور دین کی جدائی سے مغربی سیاست میں استعماریت در آئی اور انھوں نے مشرق کو اپنے مفادات کی خاطر میدان جنگ بنا دیا:

مغربی استعماریت خصوصاً فرانس، برطانیہ اور اٹلی کے کردار نے مسلم دنیا اور مشرق وسطی کو اپنے مفادات کے حصول کی رزم گاہ بنادیا۔ اس سلسلے میں ٹی ای لارنس کا پراسرار کردار بھی تاریخ کا حصہ ہے (3)

مغربی اقوام نے ایسے ہتھکنڈے استعمال کرنا شروع کیے کہ جن کی بدولت کمزور اقوام کو محکوم بنایا جائے اور اپنی تہذیب کو دوسری قوموں میں فروغ دیا جائے۔ اقبال نے مغربی استعماریت کو اس طرح بیان کیا ہے:

ہوئی ہے ترک کلیسا سے حاکمی آزاد
فرنگیوں کی سیاست ہے دیو بے زنجیر
متاع غیر پہ ہوتی ہے جب نظر اس کی
تو ہیں ہر اول لشکر، کلیسا کے سفیر!

مغربی تہذیب میں جب سیاست اور دین الگ الگ ہوئے تو مادیت پرستی نے جنم لیا جس کی بنا پر روح اور جسم میں تفریق پیدا ہو گئی۔ اقبال بڈھے بلوچ کی نصیحت میں لکھتے ہیں

دنیا کو ہے پھر معرکہ روح و بدن پیش
تہذیب نے پھر اپنے درندوں کو ابھارا

سیاست و مذہب کی جدائی سے پہلے یورپ مذہب کی بنیاد پر متحد تھا مگر جب یہ وحدت ٹوٹ گئی تو جغرافیائی اور قومیت کی بنیاد پر ان کو اکٹھا کرنے کی کوشش کی گئی ڈاکٹر طاہر حمید تنولی لکھتے ہیں:

مغرب نے جب اخوت کی اساس کو منہدم کر کے وطن کی اساس پر اپنی قوم کی تشکیل کی تو اس سے یہ دنیا جہنم زار بن گئی اور آدمی از آدمی بیگانہ شد کا حال ہو گیا۔ (4)

اس تقسیم نے یورپ کی تہذیب سے اعلیٰ اقدار اور وحدت ملی کا جنازہ نکال دیا۔

شب بچشم اہل عالم چیدہ است
مصلحت تزویر را نامیدہ است

مشرق و مغرب کی تہذیب کا جائزہ لیتے ہوئے یہ بات واضح ہو جاتی ہے مغرب میں مادہ پرستی اور ظاہر پرستی کو اہم حیثیت حاصل ہے اس وجہ سے وحی والہام کے بیان کردہ احکامات سے انحراف کیا جاتا ہے۔ اور مادیت پرستی کو فروغ حاصل ہو رہا ہے مغرب کی اس سوچ کا اثر مشرق پر بھی پڑا اور وہ بھی حاضر پرستی اور مادیت پرستی کی طرف جھکتا چلا جا رہا ہے اس صورت حال کو دیکھ کر اقبال کہتے ہیں:

شیدائی غائب نہ رہ، دیوانہ موجود ہو
غالب ہے اب اقوام پر معبود حاضر کا اثر

ایک اور جگہ کہتے ہیں:

آدمیت زار نالید از فرنگ
زندگی ہنگامہ برچید از فرنگ
مشکلات حضرت انساں از وست
آدمیت را غم پنہاں از وست

در نگاہش آدمی آب و گل است

کاروان زندگی بی منزل است

مغربی تہذیب و تمدن میں بعض ایسی خرابیاں ہیں جن پر اقبال کی نگاہ بینا مشرقی آمیزش ہونے کی وجہ سے زیادہ گہری پڑتی ہے یورپ سے آنے کے بعد انہوں نے طلوع اسلام اور خضر راہ جیسی نظمیں لکھ کر یہ بتایا کہ انہیں معاشرتی و سماجی اور انسانی و بین الاقوامی حالات کا فہم و ادراک ہے انہوں نے مشرقی ادب کو بین الاقوامی سطح پر متعارف کروایا۔ یورپ سے استفادہ کرنے کے باوجود انہوں نے یورپ کو اپنے اوپر حاوی نہیں ہونے دیا بلکہ جہاں کہیں ضرورت پڑی انہوں نے یورپ پر سخت تنقید کی۔

تمہاری تہذیب اپنے خنجر سے آپ ہی خودکشی کرے گی

جو شاخ نازک پہ آشیانہ بنے گا ناپائیدار ہو گا

دیار مغرب کے رہنے والو خدا کی بستی دوکاں نہیں

کھرا جسے تم سمجھ رہے ہو وہ اب زر کم عیار ہو گا۔

اہل مغرب نے ملت کا شیرازہ بکھیر دیا اور انہیں ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اس پر اقبال امت کو مشرق کی نجات کا نسخہ بتاتے ہیں:

حکومت مغرب سے ملت کی یہ کیفیت ہوئی

ٹکڑے ٹکڑے جس طرح سونے کو کر دیتا ہے گاز

پھر کہا

ربط و ضبط ملت بیضا ہے مشرق کی نجات

ایشیا والے ہیں اس نکتے سے اب تک بے خبر

اقبال نے مغربی تصور ملت کو ہدف تنقید بنایا ہے کیونکہ مغربی تصور قومیت کے مقابلے میں اسلامی تصور قومیت آفاقی اور اقدار انسانی پر محیط ہے اسلام نسلی اختلافات، لسانی برتری جغرافیائی وابستگی کی بجائے اسلام اور کفر کو قومیت کی بنیاد قرار دیتا ہے۔

اقبال فرماتے ہیں

ے اپنی ملت پر قیاس اقوام مغرب سے نہ کر

خاص ہے ترکیب میں قوم رسول ہاشمی

ان کی جمعیت کا ہے ملک و نسب پر انحصار

قوت مذہب سے مستحکم ہے جمعیت تری

اقبال کئی معاملات میں اہل مغرب پر طنز کرتے ہیں اور بعض مقامات پر ان سے متاثر نظر آتے ہیں وہ مغربی فکر و عمل کو اسلامی علم و عمل کا ایک قدرتی سر چشمہ سمجھتے ہیں اس لیے وہ مغرب کی چند چیزوں کی تعریف بھی کرتے ہیں لیکن ان کی مشرقیت اور مغربیت جذباتی ہو کر مغرب کی خامیوں سے نقاب اٹھاتی ہے۔

ے مجھے تہذیب حاضر نے عطا کی ہے وہ آزادی

کہ ظاہر میں تو آزادی ہے، باطن میں گرفتاری

ے تو اے مولائے یثرب آپ میری چارہ سازی کر

مری دانش ہے افرنگی، مرا ایماں ہے زناری

اقبال طلوع اسلام میں امت مسلمہ پر تنقید کرتے ہوئے انہیں ایشاء کی تاریخ یاد دلانے کی کوشش کرتے ہیں اور سمجھاتے ہیں کہ آپ نے اسلام کے حقیقی سبق کو بھلا دیا ہے آج ہم صداقت، عدالت اور شجاعت جیسی صفات سے عاری ہو چکے ہیں جب تک ہم اپنا بھولا ہوا سبق یاد نہیں کریں گے تب تک اقوام عالم میں اپنا کھویا ہوا مقام حاصل نہیں کر سکیں گے۔

یہ نکتہ سرگزشتہ ملت بیضا سے ہے پیدا

کہ اقوام زمین ایشا کا پاسباں تو ہے

سبق پھر پڑھ صداقت کا، عدالت کا، شجاعت کا

لیا جائے گا کام تجھ سے کام دنیا کی امامت کا

اقبال نے مغرب کی خامیوں اور اخلاقی زبوں حالی کا بغور جائزہ لیا تھا اور اس نتیجے پر پہنچے تھے کہ مغربی تہذیب روحانیت سے خالی ہو چکی ہے اس لیے اپنی ظاہری نمود و نمائش کو زیادہ عرصے تک قائم نہیں رکھ سکے گی۔ اقبال عورتوں کی بے جا آزادی کے خلاف تھے اس حوالے سے فقیر سید وحید الدین لکھتے ہیں:

عورت پر قدرت نے اتنی اہم ذمہ داریاں عائد کر رکھی ہیں کہ اگر وہ ان سے پوری طرح عہدہ بر آ ہونے کی کوشش کرے تو اسے کسی دوسرے کام کی فرصت ہی نہیں مل سکتی اگر اسے اس کے اصل فرائض سے ہٹا کر ایسے کاموں پر لگا دیا جائے جنھیں مرد انجام دے سکتا ہے تو یہ طریقہ کار یقیناً غلط ہو گا مثلاً عورت کو جس کا اصل کام آئندہ نسل کی تربیت ہے ٹائپسٹ یا کلرک بنا دینا نہ صرف قانون فطرت کی خلاف ورزی ہے بلکہ انسانی معاشرے کو درہم برہم کرنے کی افسوسناک کوشش ہے۔(5)

اقبال عورت کے لیے تعلیم کو ضروری خیال کرتے ہیں لیکن ایسی تعلیم جو دینی و اخلاقی تعلیمات پر مشتمل ہے وہ ایسی تعلیم جو اخلاقی بگاڑ کا ذریعہ بنے کو موت تصور کرتے ہیں۔

تہذیب فرنگی ہے اگر مرگ الموت

ہے حضرت انساں کے لیے اس کا ثمر موت

جس علم کی تاثیر سے زن ہوتی ہے نازن

کہتے ہیں اسی علم کو ارباب نظر

موت

بیگانہ رہے دین سے اگر مدرسہ زن

ہے عشق و محبت کے لیے علم و ہنر موت

علامہ اقبال حمیت و خودداری اور مشرقی وایات کی عملی تصویر تھے سات سال کا بچہ جاوید اقبال جب اپنے والد علامہ اقبال سے گراموفون لانے کی فرمائش کرتا ہے تو اقبال اس فرمائش کے جواب میں ایک نظم "جاوید کے نام" لکھ بھیجتے ہیں میرے خیال میں یہ نظم صرف جاوید کے نام نہیں ہے بلکہ مشرق میں بسنے والے تمام بچوں کے لیے ہے۔ ملاحظہ ہو:

دیار عشق میں اپنا مقام پیدا کر

نیا زمانہ نئے صبح و شام پیدا کر

خدا اگر دل فطرت شناس دے تجھ کو
سکوت لالہ و گل سے کلام پیدا کر
اٹھا نہ شیشہ گران فرنگ کے احساں
سفال ہند سے مینا و جام پیدا کر
میں شاخ تاک ہوں میری غزل ہے میرا ثمر
مرے ثمر سے مئے لالہ فام پیدا کر
مرا طریق امیری نہیں فقیری ہے
خودی نہ بیچ غریبی میں نام پیدا کر

ہماری بد قسمتی ہے کہ آج ہماری زندگی، نظام حکومت اجتماعی سوچ فکر اقبال سے بہت دور ہے ہم نے اقبال کے فلسفہ مشرق و مغرب سے نوجوان نسل کو آگاہ نہیں کیا یہ اسی کا نتیجہ ہے ک نوجوان نسل مغرب کی اندھا تقلید کر رہی ہے حالانکہ اقبال کے ہاں اعتدال ہے جہاں وہ مشرقی روایات کا عاشق دکھائی دیتا ہے وہیں وہ مغربی علوم وفنون سے استفادہ بھی کرتا ہے اور یہی پیغام وہ امت مسلمہ کو دیتا ہے۔

ع مشرق سے ہو بیزار، نہ مغرب سے خدر کر
فطرت کا اشارہ ہے کہ ہر شب کی سحر کر

اقبال اگر مغرب کی خامیوں کو آشکار کرتے ہیں تو وہیں وہ ان کے کمالات کی تعریف بھی کرتے ہیں اور ایک نئے جہان اور نئی سوچ کا خواب بھی دیکھتے ہیں۔

ع کریں گے اہل نظر تازہ بستیاں آباد
مری نگاہ نہیں سوئے کوفہ و بغداد
یہ کائنات ابھی ناتمام ہے شاید
کہ آرہی ہے دمادم صدائے کن فیکون

فکر اقبال اس بات کی عکاس ہے کے وہ مشرقی یا مغربی نہیں بلکہ آفاقی ہے ایک کلاسیک شاعر کی یہی پہچان ہے کہ وہ کسی ایک خطے یا کسی ایک قوم کے لیے نہیں ہوتا بلکہ اس کا پیغام تمام انسانیت کے لیے ہوتا ہے۔اس نازک عہد میں اقبال کی تعلیمات اور فکر و فلسفہ کو سمجھنا ہوگا تاکہ امت مسلمہ اپنا کھویا ہوا وقار دوبارہ حاصل کر سکے۔

حوالہ جات

1۔عالم خوندمیری، پروفیسر، اقبال: انسانی تقدیر اور وقت، ادارہ ثقافت اسلامیہ 2 کلب روڈ لاہور، 2010ء، ص 131
2۔ایضاص 134
3۔ Fry, Geerge C and King, James Rog, Cn.d), The middle east cross roads of civilization columbs, 223:ohio 43216, USA Charles E Mernill Publishing Co. A Belly Howell Company P
4۔طاہر حمید تنولی، ڈاکٹر معاصر تہذیبی کشمکش اور فکر اقبال (اسباب اثرات اور حل) اقبال اکادمی پی بی ایچ پرنٹرز، لاہور، ندارد ص 261
5۔وحید الدین، فقیر سید، روزگار فقیر، جلد اول، آتش فشاں پبلی کیشنز، ایبٹ روڈ لاہور، 1988، ص 66